سوال

(403) نقد اور ادھار بیع میں فرق کرنا

جواب

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلے میں کہ، مثلاً دھان نقد بارہ پنسری کے حساب سے فروخت ہوتا ہے۔ اگر اسی دھان کو اُدھار، یعنی قرض ایک من کے حساب سے فروخت کرے تو جائز ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب بعون الوہاب بشرط صحة السؤال

وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ!

الحمد للہ، والصلاۃ والسلام علی رسول اللہ، أما بعد!

ایسی بیع جائز ہے، کیوں کہ عمومی دلائل اس کے جواز پر دلالت کرتے ہیں، جیسے اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے :

وَأَحَلَّ اللَّهُ الْبَيْعَ وَحَرَّمَ الرِّبَا   وقولہ تعالیٰ : لَا تَأْكُلُوا أَمْوَالَكُمْ بَيْنَكُمْ بِالْبَاطِلِ إِلَّا أَنْ تَكُونَ تِجَارَةً عَنْ تَرَاضٍ مِنْكُمْ   وغیرہ ذلک من النصوص قال فی النیل (۱۳۷/۵) وہو مذہب الشافعیة والحنفیة والجمہور ومن قال بیحرم بیع الشیٔ باکثر من سعر یومہ لاجل النساء تمسک بحدیث ابی ہریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ مرفوعاً : من باع بیعتین فی بیعتہ فلہ اوکسہما او الربا رواہ ابو داود[1] وفیہ ان فی اسنادہ محمد بن عمرو بن علقمة قال فی النیل (۱۲/۵) وقد تکلم فیہ غیر واحد قال المنذري والمشہور عنہ من روایة الدراوردي و محمد بن عبد اللہ الانصاري انہ صلی اللہ علیہ وسلم نہی عن بیعتین فی بیعة قال (۱۳/۵) ولا حجة فیہ علی المطلوب ولو سلمنا ان تلک الروایة التی تفرد بہا ذلک الراوي صالحة للاحتجاج لکان احتمالہا لتفسیر خارج عن محل النزاع کما سلف عن ابن ارسلان وہو ان یسلفہ دینارا فی قفیز حنطة الی شہر فلما حل الاجل طالبہ بالحنطة قال یعنی القفیز الذي لک علی الی شہرین بقفیزین فصار ذلک بیعتین فی بیعة لان البیع الثانی قد دخل علی الاول فیرد الیہ اوکسہما وہو الاول کذا فی شرح السنن لابن رسلان قادحا فی الاستدلال بہا علی المتنازع فیہ علی ان غایة ما فیہا الدلالة علی المنع من البیع اذا وقع علی ہذہ الصورة وہی ان یقول نقدا بکذا و نسیئة بکذا الا اذا قال من اول الامر نسیٔة بکذا فقط وکان اکثر من سعر یومہ مع ان المتمسکین بہذہ الروایة یمنعون من ہذہ الصورة ولا یدل الحدیث علی ذلک فالدلیل اخص من الدعوی وقد جمعنا رسالة فی ہذہ المسئلة وسمیناہا شفاء الغلل فی حکم زیادة الثمن لمجرد الاجل وحققناہا تحقیقا لم نسبق الیہ [2]

"اللہ نے تجارت کو حلال کیا ہے اور سود کو حرام نیز فرمایا : ''ایماندارو! آپس میں ایک دوسرے کے مال ناجائز طریقوں سے نہ کھایا کرو۔''

ہاں اگر رضامندی سے تجارت ہو تو درست ہے۔ نیل الاوطار (5/13) میں شافعیہ، حنفیہ اور جمہور کا یہی مذہب مذکور ہے۔

جو لوگ ادھار کی وجہ سے وقتی نرخ سے زیادہ لینا حرام سمجھتے ہیں، ان کی دلیل ابو ہریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا : جو ایک بیع میں دو بیع کرے، اسے چاہیے کہ یا تو کم لے لے یا پھر سود کھائے۔ اس حدیث کی سند میں محمد بن عمرو بن علقمہ ضعیف ہے،[3] پھر اس کا جواب یہ بھی ہے کہ اس کے معنی اور بھی تو ہو سکتے

ہیں، مثلاً ایک آدمی ایک ٹوپہ گندم ایک روپیہ میں ایک مہینے کی میعاد پر لیتا ہے، ایک مہینے کے بعد گندم لینے والا مطالبہ کرے تو دینے والا کہے کہ میرے پاس اس وقت گندم نہیں ہے تو دو مہینے کے بعد مجھ سے دو ٹوپہ گندم لے لینا۔ ایک بیع میں دو بیع کرنے کا یہ مطلب ہے، اس صورت میں کم قیمت پر بیع کرنا ضرور ہوگا، ورنہ زیادتی، جو دوسری بیع میں کی جا رہی ہے، وہ سود شمار ہوگی۔ ابن رسلان کی شرح السنن میں ایسا ہی ہے۔ اگر ایک چیز کی دو قیمتیں بتائے نقد کی اور، اور ادھار کی اور تو اس صورت کو مانعین نے ناجائز کہا ہے، لیکن اس کی کوئی دلیل نہیں ہے اور اگر ادھار کی قیمت وقتی نرخ سے زیادہ بتائے اور وقتی نرخ بتائے تو اس صورت میں کوئی اختلاف ہی نہیں ہے۔ ہم نے اس کی تفصیل ایک مستقل رسالے میں بیان کی ہے، جس کا نام "شفاء الغلل فی حکم زیادۃ الثمن لمجرد الاجل" ہے۔

---

[1]۔ سنن ابی داود رقم الحدیث (3461)

[2]۔ نیل الأوطار (۵/۲۱۴)

[3]۔ حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: "صدوق لہ اوہام" (تقریب التہذیب، ص: 499)

هذا ما عندي والله أعلم بالصواب

مجموعہ فتاویٰ عبداللہ غازی پوری

کتاب البیوع، صفحہ: 618

محدث فتویٰ